فتویٰ اور اصول فتویٰ:

تیسری قسط:

فتوی دینے کے اصول وھدایات

ضبط وترتیب:

مولانا مفتی ابوالحسن عظمت اللہ بنوی

مفتی ومدرس جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان بنوں

زیرِ نظر مضمون مختلف فقہی کتابوں سے اخذ کیا گیا ہے، جو کہ فتوی اور قضاء میں گراں قدر علمی تحقیق پر مبنی مضمون ہے۔ اہل علم وتحقیق حضرات کی دلچسپی کے لیے اس عنوان کو قسط وار ایک عرصہ سے شامل کیا جا رہا ہے۔

فتوی اور قضاء کیلئے راجح قول کو تلاش کرنا ضروری ہے:

اس لئے کہ علامہ قاسم بن قطلو بغا فرماتے ہیں:

" انّ الحکم والفتیا بما ھو مرجوح خلاف الاجماع "۔ اس لئے کہ:

"ان المرجوح فی مقابلة الراجح بمنزلة المعدوم والترجیح فی المقابلات ممنوع ". (شرح عقود رسم المفتی ١/٤٧).

یہاں تک کہ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہے:

"وان الحکم والفتیا الخ وکذا العمل به لنفسه ". (مقدمہ ردالمحتار ١/٤٧).

کہ اپنے عمل کیلئے بھی مرجوح قول پر عمل کرنا درست نہیں۔ لہذا راجح اور صحیح قول کو تلاش کرنا ضروری ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ مرجوح قول بمنزلہ منسوخ ہوتا ہے۔ علامہ شرنبلالیؒ فرماتے ہیں۔

"ومذھب الحنفیة المنع عن المرجوح حتی لنفسه لکون المرجوح صار منسوخاً ". (شرح عقود رسم ١/٤٩).

علامہ ابن حجر المکی نے بھی فتاوی کبریٰ میں تحریر فرمایا ہے کہ زوائد الروضہ میں ہے۔ کہ مفتی اور عمل کرنے والے کیلئے جائز نہیں کہ غور وفکر کے بغیر قولین میں سے کسی بھی قول یا وجہین میں سے کسی بھی وجہ پر فتوی دے دیں۔ یا عمل کرے اور زوائد کی بیان کردہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ۔اور صاحب زوائد سے پہلے دونوں مسئلوں میں علامہ ابن صلاح نے اجماع نقل کیا ہے ۔اور مالکیہ میں سے علامہ ابولید باجی نے مفتی کے بارے میں اجماع نقل کیا ہے۔

اور علامہ قرافی کے کلام سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قاضی اور مفتی کیلئے خواہ مجتہد فی المذھب ہو۔ یا مقلد محض ہو، جائز نہیں کہ غیر راجح قول کے مطابق فیصلہ کرے یا فتوی دے کیونکہ ایسا کرنا خواہش کی پیروی کرنا ہے جو کہ اجماعاً حرام ہے۔

لیکن علامہ قرافی کے قول بقول مجتہد فی المذھب سے متعلق وہ صورت مصداق ہے۔ جبکہ دلائل میں تعارض نہ ہو یا اگر تعارض ہو تو

جو دلائل میں ہو جس میں ترجیح ممکن نہ ہو۔تو اس وقت مجتہد فی المذھب کے دو قولوں میں سے کسی بھی قول پر بالا جماع فیصلہ یا فتویٰ دے سکتا ہے۔

ابن سید الناس یعمری نے کتاب میں الاصول میں لکھا ہے۔

"من لم یطلع علی المشهور من الروایتین او القولین فلیس له الشهی و الحکم بما شاء منهما من غیر نظر فی الترجیح ".(شرح عقود ص ۱۱ ج ۱).

جن کو معلوم نہیں کہ دو قولوں اور دو وجھوں میں سے کونسا قول اور کونسی وجہ مشہور ہے تو اسکے لیے خواہش کی پیروی کرنا اور ترجیح میں غور کئے بغیر کسی بھی قول یا وجہ پر فیصلہ کرنا جائز نہیں۔

اسی طرح امام ابو عمر بن الصلاح کتاب آداب المفتی میں لکھتے ہیں۔

"اعلم ان من یکتفی بان یکون فتواه و عمله موافقاً لقول او وجه فی المسئلة و یعلمه بما شاء من الاقوال و الوجوه من غیر نظر فی الترجیح فقد جهل و خرق الاجماع ". (آداب المفتی .بحواله رسم المفتی ۱۱/۱).

یہ بات جان لیجئے کہ جو شخص ترجیح میں غور نہیں کرتا اور محض اتنی سی بات پر اکتفاء کرتا ہے کہ اس کا فتوی یا عمل کسی بھی قول یا کسی بھی وجہ کے مطابق ہو جائے اگر وہ مختلف اقوال میں ہے جس پر چاہتا ہے عمل کرتا ہے تو وہ نادان ہے اور خرق اجماع کرتا ہے۔

یہی حکم ضعیف قول کا ہے۔اس لئے کہ وہ بھی بمنزلہ قول مرجوح ہے۔

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں:

" والا یجوز بالضعیف العمل -ولا به یجاب من جاء یسأل ".

اور ضعیف قول پر عمل جائز نہیں۔اور نہ ہی ضعیف قول سے جواب دیا جائیگا۔جو مسئلہ پوچھنے آیا ہے۔

(شرح عقود رسم المفتی ۴۸/۱).

ضعیف یا مرجوح روایت پر خود عمل کرنے کا حکم:۔جیسا کہ ماقبل بیان سے معلوم ہوا کہ مرجوح روایات یا ضعیف روایت پر فتویٰ دینا صحیح نہیں۔تو اسی طرح اس ضعیف اور مرجوح روایت پر خود عمل کرنا اور اپنے ذات تک محدود کرنا بھی صحیح نہیں۔

جیسا کہ علامہ ابن عابدین کے قول " والایجوز بالضعیف العمل الخ ". سے ثابت ہوا۔

مگر علامہ سبکیؒ کے فرماتے ہیں:" یجوز تقلید الوجه الضعیف فے نفس الامر بالنسبة للعمل فے حق نفسه لا فی الفتوی والحکم ".(عقود رسم المفتی ۴۹/۱). سے معلوم ہوا کہ ضعیف قول کو اپنی ذات تک محدود کر کے عمل کرنا جائز ہے۔

علامہ شرنبلالیؒ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ:

"قال السبکیؒ :منع العمل بالقول المرجوح فی القضاء والا فتاء دون العمل لنفسه " . (مقدمه در المختار ۷۴/۱).

لیکن دوسری طرف ابن صلاح کے قول کے مطابق "بان یکون فتواہ اوعملہ موافقاًلقول اووجہٍ فی المسئلۃ و یعمل بما شاء من الاقوال والوجوہ من غیرنظرفی الترجیح فقد جھل وخرق الاجماع". (آداب المفتی والمستفتی ـ بحوالہ شرح عقود ۱/۱۱).

اورحافظ ابن حجر المکی کےقول " لایجوزللمفتی والعامل ان یفتی اؤ یعمل بماشاء من القولین اوالوجھین من غیر نظروھذالاخلاف فیہ". (فتاوی کبریٰ ۳۰۴/۴). سے معلوم ہوتا ہے کہ شافعیہ کا مذہب علامہ سبکیؒ کے فرمان کے خلاف ہے اسلئے کہ مذکورہ شافعی علماء کے اطلاقی عبارات بغیر استثناء کے اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ جس طرح مرجوح قول پر فیصلہ اور فتوی دینا درست نہیں تو اس طرح اسپر ذاتی طور پر عمل کرنا بھی جائز نہیں۔

احناف کی رائے:

عمل بالضعیف لنفسہ حنفیہ کے ہاں بھی اس بارے میں مختلف اراء پائے جاتے ہیں۔

علامہ ابن عادین شرح عقود میں تحریر فرماتے ہیں:

"ان الواجب علی من ارادان یعمل لنفسہ اویفتی غیرہ ان یتبع القول الذی رجحہ علماء مذھبہ ولایجوزالعمل اوالافتاء بالمرجوح الا فی بعض المواضع وقدنقلوالاجماع علی ذلک".

جوشخص خودعمل کرنے کاارادہ کرے یادوسروں کوفتوی دے تواس پرلازمی ہے کہ وہ اس قول کوتلاش کرے جواس کے مذہب کے علماء نے ترجیح دی ہو ورنہ مرجوح قول پرعمل یافتوی دیناجائزنہیں علاوہ چندخاص مقامات کے اور تحقیق علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔(شرح عقودرسم المفتی ص ۱۰ ج ۱).

بلکہ علامہ نے مقدمہ شامی میں علامہ حصکفیؒ کےقول:

"وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق الاجماع " کےتحت بھی لکھا ہے۔

"وکذالعمل بہ لنفسہ". (مقدمہ درالمختار ۷۴/۱).

اسی طرح علامہ قاسم بن قطلو بغا اپنے فتاوی میں فتاوی اللولوٴ الجیہ کے حوالہ سے لکھتا ہے۔

"اعلم ان من یکتفی ان یکون فتواہ عملہ موافقالقول اوجہ فی المسئلۃ ویعمل بما شاء من الاقوال والوجوہ من غیرنظرفی الترجیح فقد جھل وخرق الاجماع ".(مقدمۃ عمدۃ الرعایہ ۱۴،۱۳/۱).

بلکہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"الناس بین المقلد محض ومقلدلہ الاھلیۃ للنظرفعلی الاول اتباع وصححہ المشائخ والثانی لہ الترجیح والصحیح وعلیہ العمل بما رجح عندہ والافتاء بما صححہ المشائخ". (مقدمہ عمدۃ الرعایہ ۱۴/۱).

''ان من اطلاق عدم الجواز کاالعمل والافتاء باالمرجوح '' سے معلوم ہوا کہ کسی کے لئے بھی جائز نہیں کہ وہ مرجوح قول پر فتوی دے یا خود عمل کرے اسلئے کہ خرق اجماع لازم آتا ہے۔ مگر حنیفہ میں علامہ بیریؒ نے شرح الاشباہ میں اس بات کو عامی کے ساتھ مقید کیا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں:

"وقیده البیری بالعامی الذی لارأی له یعرف به معنی النصوص حیث قال هل یجوز للانسان العمل بالضعیف من الروایة فی حق نفسه نعم اذاکان له رأی أما اذا کا ن عامیاً فلم".

ابن عابدینؒ فرماتے ہیں۔

" لکن تقییدة بذی الرأی انه لایجوزللعامی کذلک "

آگے علامہ بیریؒ اپنے استدلال میں لکھتے ہیں:

" فی خزانة الروایات : العالم الذی یعرف معنی النصوص والاخبار وهومن اهل الدرایة یجوزله ان یعمل علیها وانکان مخالفاً لمذهبه". (مقدمه درالمختار ۱/۷۴).

اوراجتہاد کے ساتھ ساتھ وہ روایات پر گہری نظر کا مالک ہو۔اورروایت کا مذہب کسی راجح قول کے ساتھ تعارض میں آجائے تو اس وقت عمل بالروایہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔اس لئے کہ احناف کے ہاں ضعیف حدیث پر عمل کرنا زیادہ مناسب ہے۔اجتہاد پر عمل کرنے سے۔

چنانچہ حافظ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

" اصحاب ابی حنیفة یجمعون علی ان ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث اولی عنده من القیاس والرأی " .(اعلام الموقعین ۱/۸۲ بحواله امام اعظم وعلم الحدیث ص ٦٦٠).

بلکہ حافظ ابن قیمؒ نے یہاں تک لکھا ہے: کہ

" فتقدیم الحدیث الضعیف واثارالصحابه علی القیاس والرأی قول الامام احمد بن حنبل"

(اعلام الموقعین ۱/۷۴بحواله امام اعظم وعلم الحدیث ص ٦٦١).

اس بات کا اقرار علامہ زرکشیؒ نے بھی کیا ہے۔کہ احناف کے ہاں ضعیف روایت پر عمل زیادہ اولیٰ ہے۔قیاس اور رائے پر عمل کرنے سے جیسا کہ النافع الکبیر میں ہے:

" اخرج الخطیب . عن ابن المبارک قال: ابو حنیفة: اذا جاء الحدیث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم فعلی الرأس والعین واذا کان عن الصحابة اخترنا من قولهم ، واذا کان عن التا بعین زاحمنا هم اه "

(النافع الکبیر ص ۳۹).

چند مثالیں:

احناف کے جملہ کتابوں میں یہ مسئلہ مرقوم ہے کہ قہقہہ سے نماز اور وضوء دونوں ٹوٹ جاتے ہیں۔حالانکہ اس موضوع پر جتنی احادیث مروی ہیں۔

(۱) مثلاً اس بارے میں حدیث ابی ہریرہ ہے۔

علامہ زیلعی نے حافظ ابن عدی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

"والبلاء فی ھذاالاسنادمن عبدالعزیزوعبدالکریم وھما ضعیفان". (نصب الرایۃ ۴۸/۱).

اور عبداللہ بن عمر کی روایت کے بارے میں صاحب دارقطنی فرماتے ہیں: (دارقطنی ص۵۹ ۔ج۱)۔

نیز حدیث انس کے بارے میں بھی امام دارقطنی فرماتے ہیں:

"رواہ داؤد بن مشروک یضم الحدیث عن ایوب وھوضعیف". (سنن دارقطنی ۵۹/۱).

بہرحال جتنی روایات بھی اس بارے میں مروی ہیں۔وہ ضعیف ہیں۔اور قیاس اور رائے کے بھی مخالف ہے۔اس لئے کہ قہقہہ سے کوئی نجاست نہیں نکلی یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے۔

(۲) نبیذ تمر سے وضوء بھی اسی قسم کا مسئلہ ہے۔اس کے بارے میں جتنی روایات ہیں۔وہ ضعیف ہیں اور قیاس اور رائے کے بھی مخالف ہے۔مگر حنفیہ کا عمل حدیث پر ہے۔

آمدم برسر مطلب:

لہٰذا علامہ شرنبلالیؒ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ مفتی عالم بالاجتھاد ہو اور روایات پر گہری نظر کا مالک ہو۔اور روایت کا قول راجح کے ساتھ متعارض ہو جائے تو اگرچہ غیر ضرورت ہو خود اس روایت پر عمل کرے چاہے راجح قول ترک کیوں نہ ہو جائے۔

غیر مذہب پر عمل:

تقلید معین امام کا واجب ملغیر ہے۔اسلئے جب کوئی شخص ایک معین امام کا مقلد بن جائے۔اور اسکے مذہب کی پیروی شروع کرے۔تو اب اس پر اس معین امام کی فقہ اور مسلک پر چلنا ضروری ہو جائیگا۔اس معین امام کے مذہب میں جب کسی حادثہ کا حل موجود ہو تو اس وقت دوسرے امام کے مذہب پر عمل یا فتویٰ دینا اتباع ھویٰ کے مترادف ہو کر حرام کے زمرے میں داخل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں: (صاحب قنیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں)۔

"لیس للعامی ان یتحول من مذھب الی مذھب ویستوی فیہ الحنفی والشافعی". (ردالمحتار ۴۵۱/۵).

بلکہ بعض فقہاء نے تو یہاں تک کہا ہے: کہ۔

" لمن انتقل الی مذهب الشافعي ليزوج له اخاف ان يموت مسلوب الايمان لاهانة الدين لجيفة قذره" .
(ردالمحتار ۴۸۱/۵).

اور اگر قاضی مجتہد فیہ مسئلہ کے بارے میں اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ کرے توامام صاحب کے نزدیک اگرنسیاناً کرچکا ہے۔ تو نافذ العمل ہوگا قصداً ایسا کر چکا ہے۔تواس بارے میں آپ سے دوروایتیں ہیں۔

جبکہ صاحبین کے نزدیک " لاینفذفی الوجهین ". (البحرالرائق ۹/۷).

اگرچہ فتاوی خانیہ میں امام صاحب کی دو روایتوں میں سے جس سے اظہر روایت نفاذ قضاء قرار دیا گیا ہے اور اسے مفتیٰ بہ کہا ہے، مگر دوسری طرف علامہ ابن نجیمؒ نے محیط کے حوالہ سے " وایّ علی قولهما ". فرمایا ہے۔(البحرالرائق ۹/۷).

اور شیخ ابن الہمامؒ نے فساد اہل زمانہ کے باعث فرمایا ہے:

"ولوجه في هذالزمان ان يفتي بقولهما لان التارک لمذهبه عمداً لايفعله الالهوی باطل لالقصد جميل".
(فتح القدير ۳۹۷/۶).

اگرچہ صاحب بحرعلامہ ابن نجیمؒ نے اس سلسلے میں نفاذ قضاء کیلئے مشائخ کی مختلف عبارات نقل کی ہیں،مگر محقق ابن الہمامؒ اور اسکے شاگردعلامہ قاسم بن قطلو بغااس میں قطعیت سے یہ رائے بیان کرتے ہیں کہ قصداًوعمداًاپنے مذہب کوچھوڑ کردوسرے مذہب پر فیصلہ دینانافذ العمل نہ ہوگا۔

علامہ شامیؒ نے النہر الفائق کے حوالہ سے نقل کیا کہ:

" ومافي لافتح يجب ان يعول عليه في المذهب ومافي البزازية محمول علی رواية عنهما فصار الامر ان هذا منزل منزلة الناس لمذهبه وقدمرعنهما في المجتهد انه لا ينفذ فالمقلد اولی ". (شرح عقود ۵۳/۱).

بلکہ صاحب درالمختار نے علامہ حصکفیؒ کا قول نقل کیا ہے۔

" قلت ولاسيمافي زماننا فان السلطان ينص في منشورة علی نهيه من القضاء بالا قوال الضعيفة فكيف يخلاف مذهبه فيكون معزولاً بالنسبة بغير المعتمد من مذهبه فلا ينفذ فضاء فيه وينقض ". (شرح عقود ۵۲/۱).

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی عدم نفاذ قضاء کومفتی بہ کہا ہے۔چنانچہ فرماتے ہیں:

" ولما كان المتعمد المفتیٰ به ماذكره المصنف في المتن من عدم النفاذ اصلاً ای ذاكراً اؤ ناسياً ".
(ردالمحتار ۴۰۹/۵).

یہ جملہ تفصیل قاضی مجتہد کے لئے تھا۔توجب قاضی مجتہد اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ نہیں دے سکتا تو مقلد تو بدرجہ اولیٰ نہیں دے سکتا۔ یہی حکم مفتی کے لئے بھی ہے۔وہ بھی اپنے مذہب کے خلاف فتویٰ نہیں دے سکتا اور جب مفتی مقلد بھی ہو تو بدرجۂ اولیٰ اپنے مذہب کے

خلاف فتویٰ دینے کے قابل نہیں۔
اس مادہ پرست اور متبع ھوٰی افراد کے دور میں کہاں گنجائش ہے ؟ البتہ اگر کہیں پیچیدہ مسئلہ درپیش ہو تو جید علماء کی اجتماعی سوچ وبچار سے حال کرنے کی گنجائش ہے۔

ضعیف اور مذہب غیر پر فتویٰ کے مواقع:

جیسا کہ معلوم ہوا کہ ضعیف اور غیر مذہب پر عمل کرنا یا فتویٰ دینا جائز نہیں مگر فقہاء نے بعض مقامات کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔اس لئے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ تین مواقع پر مذہب غیر یا مرجوع قول پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔

چنانچہ مولانا مفتی محمد فرید صاحب زید مجدھم نے البشریٰ میں لکھا ہے: کہ

"اعلم انه لایجوز الحکم والافتاء بالقول المرجوح وبمذهب سائرالا ئمة الا فی ثلاثه مواضع الاول عند الضرور ة دون الشهی والتلهی فانه حرام کما حرم الحکم الملفق الخا رق للا جماع فی عمل واحدٍ".
(البشریٰ ص ۱۵).

اس کی مثال مفقود الخبر کے مسئلے کی ہے۔کہ اس کی منکوحہ کو کتنی مدت تک انتظار کرنا پڑے گا،اس بابت احناف کی مختلف آراء ہیں۔مگر فتویٰ امام مالک بن انس کے قول پر ہے۔

چنانچہ صاحب فتاویٰ " البزازیه " فرماتے ہیں:

" وکذا فی البزازیه :انه روی عن ابی یوسف انه صلی الجمعة مغتسلاً من الحمام ثم اخبر جنازة میتة فی بئر الحمام فقال نأخذ بقول اخوا ننامن اهل المدینة اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل حنثا ". (البشریٰ ص ۴۷).

" الفتویٰ فی زماننا علی قول مالکٍ وقال الزاهد کان بعض اصحابنا یفتون به للضرورة".
(البشریٰ ص ۱۵).

اسی طرح اگر کسی پر قرض ہے اور وہ حقدار کو اپنا حق نہیں دیتا تو کیا وہ غیر جنس سے اپنا حق وصول کرسکتا ہے۔تو اس مسئلہ میں احناف کی رائے عدم جواز کی ہے۔مگر فتویٰ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے۔کہ وہ جواز کے قائل ہیں۔

چنانچہ علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں:

" لیس الذی الحق ان یأخذ عین جنس حقه وجوزه الشافعی وهو الا وسع ".

علامہ ابن عابدین نے بھی فرمایا ہے: کہ

" ان عدم الجواز کان فی زمانهم اما الیوم فاالفتویٰ علی الجواز ". (البشریٰ ص ۱۶).

اس کی وجہ یہ ہے کہ ضرورت کی پیشِ نظر فتویٰ دینا اور امت کے لئے آسانی پیدا کرنا۔(حدیث) :

" یسیرو اولا لعسروا بشرواولا تنفروا ". (بخاری ومسلم).
کے بھی موافق ہے۔اورضرورت کے وقت دوسرے مذہب پرفتویٰ دیناحنفیہ کےاصول میں بھی داخل ہے۔

والثانی: دوسرا مقام وہ ہے۔جہاں راجح قول یامذہب کے مقابل قول یامذہب کااستدلال سنداًومتناً ثابت ہو۔حدیث منسوخ بھی نہ ہو اورنہ معلول ہواورنہ وہ حدیث دوسری حدیث کامعارض ہو۔(البشریٰ ص ۱۶).

یامذہب غیریااعتباردلائل کتاب وسنت کےاس کی نظرمیں اس مسئلہ میں راجح معلوم ہو۔ (فتاویٰ عزیزیہ ص ۴۴۰).

اس بارے میں کوئی صریح مثالیں موجودنہیں البتہ مفتی محمدفریدصاحب زیدمجدہ نےلکھاہے۔

" ولایبعد ان یمثل له بما قاله الامام ابو حنیفة ان من حمل خمر الذمی یطیب له الا جر خلافاً لابی یوسف ومحمد لصحة حدیث لعن الله الخمر وحاملها والمحمولة الیه ورواہ ابوداؤد ثما قال لا تعزیر باخذ بالمال: قال : ابن الشحنة اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذهب عمل بالحدیث ویکون ذالک مذهبه ولایخرج مقلده عن کونه حنفیا بالعمل به فقد صح عنه انه قال اذا صح الحدیث فهو مذهبی وقد حکیٰ ذالک ابن عبدالبر عن ابی حنیفةؒ وغیره من الائمة انتهیٰ ". (البشریٰ ص ۴۶).

والثالث: انه اجازالا فتاء المرجوح وغیره عند تبدل العرف . (البشریٰ ص ۱۷).

مگریہ وہ مسائل ہوں گے۔جواس وقت عرف اورحالات زمانہ کی وجہ سے بیان ہوئے ہوں۔توجیسے ہی وہ عرف بدل جائے وہ مسئلہ بھی بدل جائے گا۔اس لئے کہ عرف کی وجہ سےاحکامات میں تبدیلی حنفیہ اصول کے موافق ہے۔

مثلاً امام ابوحنیفہؒ سے ظاہرالروایۃ میں ہے کہ مالکِ زمین کے لئے کاشتکارپرفصل کی کٹائی،پھراسے تھریشرکے ذریعے صفائی،پھراسے مالک کے گھرلیجانے کاشرط لگاناجائزنہیں۔بلکہ فصل پکنے کے بعدجملہ عوامل دونوں کے ذمے ہیں۔

مگرقاضی ابویوسفؒ نے عرف کی وجہ سے جوازپرفتویٰ دیاہے۔فقہاء کرام نے اسی عرف کی وجہ سے اس کومفتی بہ قراردیاہے۔

اسی طرح علامہ بنوریؒ نے کھڑے ہوکرپیشاب کرنے کوفساداہل زمانہ میں عرف کی وجہ سے ناجائزکہاہے۔جبکہ احادیث سے کھڑے ہوکرپیشاب کرنے کاثبوت ملتاہے۔بعض فقہائے کرام کھڑے ہوکرپیشاب عذرکی وجہ سے جائزقراردیتے ہیں مثلاً کمر میں درد ہے۔پاؤں کے جوڑوں وغیرہ میں تکلیف ہے یابیٹھنے کے لئے جگہ نہ ہوہرطرف ناپاکی ہی ناپاکی ہوکوئی دوسری جگہ بھی نہ ہو۔ان تمام صورتوں کے بارے میں حضرت الاستاذالاکبرمولانامفتی نظام الدین شامزئیؒ فرماتے تھے کہ ان اعذارکی بناءپرکھڑے ہوکرپیشاب کرنے کی کراہت کے بغیرگنجائش ہے۔مگرعذرکے بغیرمکروہ ہوگا۔لہٰذاان تین مواقع کے علاوہ ضعیف قول یامرجوح مذہب یامذہب غیرپرفتویٰ دینایافیصلہ کرناجائزنہیں۔آخرمیں دعاہے کہ بندہ کی یہ سعی اللہ جل جلالہ متخصصین کے لئے نافع مندبنادیں۔(آمین......)

(واللہ اعلم بالصواب) . ...☆☆☆☆☆......